Shia Books PDF

SHIA BOOKS PDF

یہ آخری صدی ہے
کتابوں سے عشق کی

Yeh Akhiri Sadi hai

KITABAO SE ISHQ KI

Moulana Manzar Aeliya Hydrabad India
9391287881, 9963049752

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا اللہ یا محمدؐ یا علیؑ

پی ڈی ایف سازی

منجانب

منظر ایلیاء shia books pdf

MANZAR AELIYA HYDERABAD INDIA

علی (ع)

ولایتِ الٰہی کی ایک جھلک

متنِ تقریر

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ

سید محمد حسینی شیرازی قدس سرہ

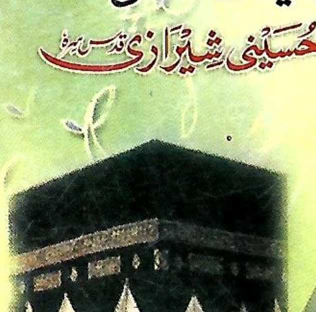

ترجمہ

ذوالفقار علی زیدی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

دینی اسلامی معلومات و کتب گھر بیٹھے حاصل کریں
أم البنین آن لائن بک اینڈ تبرکات سینٹر
Cont: 0314-2056416,
Whatsup: 0341-7234330 ,0342-2048841

علی علیہ السلام ولایتِ الٰہی کی ایک جھلک

مؤلف

حضرت آیۃ اللہ العظمٰی سید محمد شیرازی طاب ثراہ

ترجمہ

سید ذوالفقار علی زیدی

کتاب کی شناخت

کتاب کا نام: علیؑ ولایت الٰہی کی ایک جھلک
مصنف: حضرت آیت اللہ العظمٰی سید محمد شیرازی طاب ثراہ
مترجم: سید ذوالفقار علی زیدی
ای میل: szazaidi_astore@yahoo.com
szazaidi_52@hotmail.com
کمپوزنگ: ولایت علی آغا
تعداد: ۱۰۰۰
طبع: اول
تاریخ اشاعت: ۲۰۰۷ء
چھاپ خانہ: عمار پرنٹرز پاکستان چوک کراچی
ناشر: الحرمین پبلشرز پاکستان کراچی
ملنے کا پتا: علی بک ڈپو
اے۔۱۸۴، عباس ٹاؤن، ابوالحسن اصفہانی روڈ گلشن اقبال کراچی
فون نمبر: 4641362 فیکس نمبر: 4647104

فہرست مطالب

عنوان	صفحہ
۱۔ ارکان اسلام	۶
۲۔ اسلام میں ولایت اور رہبری	۱۴
۳۔ علیؑ مصداق ولایت	۱۷
۴۔ علیؑ دوسروں کی نگاہ میں	۱۹
۵۔ علیؑ کو نمونہ عمل قرار دینا	۲۲
۶۔ حکومت کا ڈھانچہ	۲۵
۷۔ بیوروکریسی کے ساتھ علیؑ کا سلوک	۲۷
۸۔ علیؑ کی روشِ حکمرانی	۲۸
۹۔ علیؑ کی حکومت دلوں پر	۳۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ارکان اسلام

الحمد للہ ربّ العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ محمد النذیر وآلہ الطیبین الطاھرین

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

بُنی الاسلامُ علیٰ خمس، الصلاۃ والزکاۃ والصوم والحجّ والولایۃ ولم یُناد بشیءٍ کما نُودِیَ بالولایۃ

اسلام کی بنیاد ۵ چیزوں پر ہے: نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور ولایت، جتنی تاکید ولایت کے بارے میں کی گئی ہے اور کسی چیز کے بارے میں نہیں کی گئی ہے۔

(اصول کافی باب دعائم الاسلام، ج۲، ص۱۸)

اس حدیث شریف میں اسلام کے ارکان اور ایک ایسا اصول بیان کیا گیا ہے جو دین کی بنیاد شمار ہوتا ہے، یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور ولایت۔ فی الحال ہم اس حدیث شریف کے فلسفہ کے بارے میں بحث کرنا نہیں چاہتے ہیں اور نہ

ہی دین اسلام کی ماہیت کے بارے میں گفتگو کریں گے۔ مگر ہم یہاں صرف دو اہم مطالب کی طرف آپ کی توجہ مبذول کریں گے۔

اول: معارف اسلامی اور حدیث کی کتابوں میں بعض موارد اسلام کے رکن کی حیثیت سے پہچنوائے گئے ہیں، جبکہ اس حدیث میں صرف ۵ موارد اسلام کے رکن اور بنیاد کی حیثیت سے بیان ہوئے ہیں۔

دوم: اس حدیث کی صحیح اور درست فہم کے لئے یہ جانا جائے کہ ان تمام ارکان کے درمیان ولایت کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ "لم یُنادِ بشیءٍ کما نُودِیَ بالولایۃ" کی عبارت ولایت کی عظمت اور اس کے بلند مقام کی وضاحت کرتی ہے۔ اگر چہ یہ تمام ارکان رکن ہیں اور ایک خاص اہمیت کے حامل ہیں مثلاً نماز خدا کے ساتھ براہ راست رابطہ ہے، روزہ نفس کو قابو رکھنے اور روح کی تربیت اور رشد کے لئے ضروری ہے، اور زکوٰۃ معاشرے میں اقتصادی توازن پیدا کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے اور دولت کی صحیح تقسیم اور ملک وملت کی تعمیر وترقی کے لئے، جیسے ہسپتالوں، سڑکوں اور پلوں کی تعمیر ضروری ہے، پر خرچ کیا جائے۔ ان کے درمیان حج کی بھی ایک خاص اہمیت ہے، جسے ایک عالمی کانفرنس کے طور پر جانا جاسکتا ہے۔ ایک ایسی کانفرنس جہاں مسلمان اپنے خیالات اور نظریات اور مشکلات کو بیان کرنے کے بعد دوسرے مسلمانوں سے

تبادلہ خیال کے بعد کوئی حل نکال سکیں۔

ان تمام ارکان میں سے ہر ایک اسلامی معاشرے کے لئے انفرادی اور اجتماعی طور پر ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہے، نماز ایک فرد کا خدا کے ساتھ رابطہ ہے روزہ بھی نفس کی تربیت اور پرورش کا ذریعہ ہے، زکوٰۃ کی جڑیں اسلامی معاشرے کے اقتصادی اور اجتماعی نظام میں پیوست ہیں اور حج بھی مسلمانوں کی ہم آہنگی کا سب سے بڑا اجتماع ہے۔

ان ارکان میں سے پانچواں رکن ''ولایت'' ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان پانچ ارکان میں سے اہم ترین رکن ولایت ہے، کیونکہ ولایت وہ رہبری ہے جو بنیادی طور پر خداوند عالم کی طرف سے پیغمبر یا امام کے لئے ثابت ہے۔ ایک ایسی قیادت جو اگر اپنے درست راستے پر گامزن رہے تو معاشرے کے ساتھ اپنا لازمی رابطہ برقرار رکھتی ہے۔ اس ارتباط کی پناہ میں دین کے دوسرے تمام ارکان درست راہ پر گامزن رہتے ہیں اور انسانی معاشرہ ارتقاء اور نجات کی راہ پر گامزن رہتا ہے۔

اس کے برخلاف اگر الٰہی قیادت اور رہبری ان لوگوں کے ذریعے ہو جو اس کی صلاحیت اور اہلیت نہیں رکھتے ہیں یعنی پیغمبر اور امام معصوم کی غیبت میں نائب امام یعنی فقیہ عادل کے ذریعے اپنے صحیح اور فطری ذریعے سے قائم نہ رہے تو

دوسرے تمام ارکان اور دین کا ظاہر اور باطن تک اپنے اصلی راستے سے ہٹ کر اپنی صحیح شکل وصورت تک کھو دیتے ہیں۔ بالکل ایک گھرانے کی طرح جو ایک مرد، ایک عورت اور بچوں، بیٹوں اور بیٹیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ معاشرے کی اس مختصر سی سادہ بنیاد جسے عمرانیات کے ماہرین سب سے چھوٹی مگر بنیادی ترین ''وحدت'' سمجھتے ہیں۔ اس میں تمام چیزوں کی وابستگی اس معاشرے کے سربراہ یعنی باپ کے ہاتھوں اس کی صحیح سرپرستی سے مربوط ہے۔ یعنی وہی شخص جس کے ہاتھوں میں گھر کی قیادت اور رہبری ہے۔ اگر باپ کی رہبری اور قیادت درست اور منطقی ہو، مصلحت اور دوراندیشی کے ساتھ ہو تو اس گھر میں ہر چیز درست اور پورے گھر کی ترقی کی ضمانت ہے۔ اور تمام ضروریات جو پیش آنے والی ہیں ان کا لازمی انتظام پہلے سے ہی کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر سرپرستی صحیح اور درست نہ ہو تو گھرانے کے لئے نوبت یہاں تک آتی ہے کہ ان کے کھانے، پینے اور لباس کے عمومی ضروریات میں خلل واقع ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر اس گھرانے کی بچیاں شادی کی منزل تک بھی پہنچتی ہیں اس کا کوئی انتظام نہیں ہوتا ہے اور نہ پہلے سے اس کا انتظام کیا ہوا ہوتا ہے۔ اسی طرح ایسے خاندان کے لڑکوں کا مستقبل بھی محفوظ نہیں ہوتا ہے کیونکہ ان کے تعلیمی اخراجات کے لئے اور ان کی تربیت کے لئے کم از کم حد تک بھی کوئی سرمایہ موجود نہیں جسے ان کی تربیت میں خرچ کیا جائے جس کی

بنا پر معاشرے میں اپنا صحیح مقام پا سکے۔ یہ نتیجہ اس لیے ہوتے ہیں کہ اس مختصر معاشرے یعنی گھرانے کا سربراہ اور رہبر صحیح نہیں تھا جس کا نقصان گھرانے کے تمام افراد کو پہنچا ہے۔ جس وقت اسلامی معاشرے میں مناسب رہبری اور قیادت کا فقدان ہوتا ہے تو عوام کے انفرادی اور اجتماعی فرائض بھی اچھے طریقے سے انجام نہیں پا سکتے۔ ایک گروہ تو نماز کی ادائیگی کرے گا اور دوسرا گروہ اس عظیم اور اہم فریضے کو ترک کرے گا۔ چند لوگ روزہ رکھیں گے اور باقی گریز کریں گے۔

اسی طرح دینی اور اجتماعی فرائض میں بھی خلل واقع ہوتا ہے۔ اسی بنا پر ہم بعض اسلامی معاشروں میں دیکھتے ہیں کہ چند لوگ ماہ رمضان میں اعلانیہ طور پر روزہ کھاتے ہیں اور اسی طرح حج کی درست ادائیگی میں بھی خلل واقع ہوتا ہے، اور حج اپنی اہمیت اور بنیادی فائدے کو کھو دیتا ہے۔ انجام کار صرف ایک نمائشی رسوم و رواج کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے۔ اور لازمی معاشرتی رسالت جسے خداوند عالم نے مقرر فرمایا تھا سے تبدیل ہو کر رہ جاتا ہے، جیسے کہ ہم آج کے زمانے میں حج پر جانے کی تمام شرائط پوری کرتے ہیں اور بہت سارا سرمایہ خرچ کرتے ہیں اور حج کے لئے چلے جاتے ہیں تو بعض جاہل وہابی بڑے آرام اور سکون کے ساتھ اور بڑی آزادی کے ساتھ بعض مسلمانوں کو کافر، مشرک جیسے القاب سے نوازتے ہیں اور یہ لوگ یہ حرکت ایک ایسی جگہ کرتے ہیں جو اسلامی

نیا کے لئے سب سے بڑی اسمبلی ہے ایک ایسی جگہ ہے جہاں پر توحید کی صدا ند ہو اور وحدت مسلمین کے وسائل فراہم ہوں۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا ا سکتا ہے کہ ایک اسی جگہ جہاں اختلافات ختم کر کے مسلکی امتیازات سے چشم شی کی جانی چاہئے تھی وہی جگہ مسلمانوں کے افتراق وانتشار کا سبب بنتی ہے۔

چون کفر از کعبہ بر خیزد
کجا باشد مسلمانی

مسلمانوں کی معاشرتی اور انفرادی زندگی میں یہ تمام خرابیاں اس وجہ سے ہیں کہ وہ کسی ایسے نظام سے سروکار نہیں رکھتے جو درست اور صحیح ہو اور ان لوگوں کی رسائی عالم اسلام کے درست راہنما تک نہیں ہو سکی ہے، کیونکہ قیادت کی خرابی کی وجہ سے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دوسرے بہت سارے اصول جو معاشرے کی تشکیل اور تنظیم کے لیے لازمی تھے ان میں خلل ہوتا ہے۔

ایسے حالات میں زکوٰۃ خود اپنی افادیت کھو دیتا ہے، چند لوگ زکوٰۃ دیتے ہیں اور بعض لوگ ادا نہیں کرتے۔ اور دوسری طرف ایک خطیر رقم زکوٰۃ کے نام سے کسی غیر عادل حکمرانوں کے ہاتھوں میں پہنچتی ہے تو بجائے معاشرے میں توازن پیدا کرنے کے اسی رقم سے بڑے بڑے خوبصورت محل تعمیر ہوتے ہیں، مہنگی ترین اور اعلیٰ ترین گاڑیاں خریدی جاتی ہیں اور عیاشی کے عجیب وغریب

وسائل اپنے لئے فراہم کرتے ہیں۔ اس طرح زکوٰۃ بھی اپنی افادیت کھودیتی ہے۔

مثال کے طور پر ملک عبدالعزیز (سعودی عرب کے بادشاہ، شاہ خالد اور شاہ فہد کے والد) نے حجاز میں ایک ایسا محل بنایا جس کا رقبہ ۳۳ مربع کلومیٹر تھا۔ جب بنیادی کام یعنی رہبری ہی غلط ہو تو اگر رقم بھی جمع ہو جائے تو اس کے حقیقی مصارف میں خرچ ہونے کے بجائے عیاشیوں میں ختم ہو جاتی ہے۔

پس امام معصومؑ کا فرمان "لم یُنادِ بشیءٍ کما نُودیَ بالولایة" ایک حقیقی اور منطقی فرمان ہے۔ کیونکہ اسلام کے تمام ارکان حج، زکوٰۃ وغیرہ تمام ولایت سے مربوط ہیں۔

اسلامی معاشرے میں رہبری کی مثال ٹھیک ایسی ہی ہے کہ جب ایک ڈرائیور گاڑی میں بیٹھ کر بہت سے لوگوں کو گاڑی چلا کر کسی منزل تک پہنچا دے ہم فرض کرتے ہیں موسم بھی درست ہے، گاڑی بھی درست حالت میں ہے، ایندھن بھی موجود ہے، روڈ بھی خراب نہیں۔ لیکن وہ شخص جو گاڑی چلانے کی ذمہ داری پر مامور ہے، گاڑی چلانے سے واقف نہ ہو۔ عقلی اعتبار سے ذمہ دار نہ ہو، خود منظم اور اصول کا پابند نہ ہو، تو کیا صورت حال سامنے آئے گی؟ گاڑی کے چلتے ہی بے قاعدگی کی وجہ سے حادثہ مول لے گا۔ ایسی صورت میں خود گاڑی

علیؑ ولایت الٰہی کی ایک جھلک

چلانے والا، گاڑی میں سفر کرنے والے افراد، روڈ پر گزرنے والی دوسری گاڑیاں، پیدل چلنے والے لوگ اور خود گاڑی تمام کے تمام خطرے میں پڑ جاتے ہیں۔

اسلام میں ولایت اور رہبری

عربی زبان میں قیادت اور رہبری کے لئے ولایت کا لفظ ہے اور اسلام میں خداوند حکیم اپنے حکم سے کسی کو ملت کی رہبری اور قیادت کے لئے معین فرماتا ہے۔ پس احکام کا نافذ کرنا ہمیشہ خداوند عالم کے ہاتھوں میں ہے، جیسے کہ سورہ اعراف آیت ۵۴ میں ارشاد ہے:

ألا له الخَلق و الامر

(آگاہ رہو کہ خلق اور امر اسی کے ہاتھوں میں ہے) کے معنی بھی یہی ہیں۔ خداوند عالم کی طرف سے حضور اکرمؐ اس امانت کے حامل اور آپؐ کے بعد امام معصومؑ اور امام معصومؑ کے بعد فقیہ عادل یعنی ایک ایسا عادل فقیہ جو اسلام کو مکمل طور سے جانتا ہو نیز اپنے خواہشات نفسانی پر قابو رکھتا ہو اور شیطان کی پیروی سے بھی محفوظ ہو جیسے کہ ارشاد ہوا:

فاما من کانَ من الفقهآء صائناً لَنفسه حافظاً لِدینه مخالفاً علیٰ هواه

(ایک ایسا فقیہ جو اپنے نفس پر قابو رکھتا ہوا اپنے دین کی حفاظت کرنے والا ہو، خواہشات نفسانی کی مخالفت کرنے والا ہو)۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۸ صفحہ ۹۶)

بڑی باریک بینی کے ساتھ غور کریں تو ولایت فقیہ کا موضوع وہی ہے جسے حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے حکومت مصر کے ساتھ انجام دیا ہے۔ اپنی طرف سے مالک اشتر کو وہاں کی گورنری دی کہ آپؑ کی غیر موجودگی میں مصر میں احکام الٰہی نافذ کریں اور آج کے زمانے میں امام زمانہؑ کی غیر موجودگی میں کوئی مالک اشتر کی سی خصوصیات حاصل کرے تو یہ وہی امامؑ کی حکومت ہے جو خدا کی طرف سے ہے۔ جیسے ایک عادل فقیہ اور متقی کو امام معصومؑ کا جانشین قرار دیتا ہے۔

روایات میں ذکر ہوا ہے کہ عادل فقیہ پیغمبر اکرمؐ کا جانشین ہے جیسے حضور اکرمؐ نے فرمایا:

اللّٰهم ارحم خلفائی" قیل یا رسولَ الله من خلفائک؟ قال الذین یاتون من بعدی ویرونَ حدیثی وسنتی

خدایا میرے خلفاء پر رحم فرما، پوچھا گیا کہ آپؐ کے خلفا کون ہیں؟ جواب میں فرمایا، یہ وہ لوگ ہیں جو میرے بعد آئیں گے اور میری حدیث کو

الصلوٰۃ ویُؤتونَ الزَّکاۃَ و ھم راکِعُونَ

سوائے اس کے کچھ نہیں کہ تمہارے حاکم اور ولی خداوندعالم اور پیغمبرؐ اکرم ہیں اور وہ مومن بھی ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

(سورہ مائدہ آیت ۵۵)

اس آیت کریمہ کے بارے میں تمام مفسرین اور علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ حضرت علیؑ ابن ابی طالب کی شان میں نازل ہوئی ہے۔اس کے علاوہ بھی دوسری آیات اس مفہوم کو بیان کرتے ہوئے اس پر دلالت کرتی ہیں۔

❁❁❁

حضرت علی علیہ السلام دوسروں کی نگاہ میں

مسلمانوں (شیعہ وسنی) کے علاوہ دوسرے ادیان کے مومنوں کا ایک گروہ بھی علیؑ کی عدالت اور آپؑ کی رہبری کا اعتقاد رکھتا ہے۔ دنیا میں بہت سارے غیر مسلمان عیسائی، یہودی، بدھ مت یہاں تک کہ بعض کمیونسٹ بھی آپؑ کی معرفت رکھتے ہیں اور آپؑ کی حمایت کرتے ہیں، مگر یہ لوگ اس بات کا عقیدہ نہیں رکھتے کہ آپؑ خدا کی طرف سے اس ولایت وحکومت الٰہی پر مامور ہیں بلکہ آپؑ کو ایک ایسا عادل حاکم مانتے ہیں جس نے اپنے زمانے میں عدالت کے مفہوم کو مختلف صورتوں میں تحقق بخشا اور اسے مجسم کردیا، جیسے کہ لبنان کے ایک مسیحی جارج جرداق نے آپؑ کے بارے میں ایک کتاب ''صوت العدالۃ الانسانۃ'' (ندائے عدالت انسانی) لکھی ہے جو آپؑ کے بارے میں لکھی جانے والی کتابوں میں سے ایک بہترین کتاب ہے جو دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوچکی ہے۔ اسی طرح لبنان کے رہنے والے ایک اور عیسائی شاعر جس کا نام

حضرت علی علیہ السلام کو نمونہ عمل قرار دینا

اب اہم مسئلہ یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی میں ایسی روش اختیار کریں کہ ہم آپؑ کے حقیقی پیروکار کہلائیں تا کہ قیامت کے دن جب تمام لوگوں کو دنیا کے ان پرچموں کے نیچے قرار دے کر لایا جائے گا جن کے پیچھے یہ لوگ چلتے تھے اس دن ہم ان کی پیروکاری ثابت کر سکیں وہ ایک ایسا دن ہے جس کے بارے میں خداوند عالم نے فرمایا ہے:"یومَ ندعُوا کلَّ اناسٍ بامامِهم" (قیامت کے دن ہم تمام انسانوں کو ان کے اماموں کے ساتھ محشور کریں گے)۔

(سورہ اسراء آیت ۷۱)

اس دن تمام رہبر اور قائدین اپنی اپنی جگہ کھڑے رہیں گے تا کہ ان کے پیروکار آ کر ان کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ اسی موضوع میں ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے جو گمراہی اور ضلالت کے قائدین اور رہبر ہیں: "و جعلناهم ائمةً یدعُونَ الیٰ النّار" (ہم نے انہیں ایسے امام اور رہبر قرار

دیا ہے جو اپنے طرفداروں کو جہنم کی طرف دعوت دیتے ہیں)

(سورہ قصص آیت ۴۱)

ایک اور جگہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:"و جعلناهم ائمةً یَهدُونَ بِامرنا" (نیز بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے بعض لوگوں کی رہبری کی ذمہ داری لی ہے اور انہیں الٰہی احکام کی طرف ہدایت دیتے ہیں)۔

(سورہ انبیاء آیت ۷۳)

ہمیں اپنی پوری زندگی میں اپنے کردار کو اس طرح منظّم کرنا چاہئے کہ ہم ان کے طرفدار اور ان کے پیروکار شمار ہوں، خصوصاً آخرت کے دن انسانوں کے حقیقی رہبر اور امام جو حیلہ اور مکر سے دور اور خالی ہوں کون ہے، معلوم ہو جائے گا۔

ہمیں چاہئے کہ ہم ان سے عبادت، اطاعت، اخلاق و آداب، حکمرانی کے اصول سیکھیں، کامل ہونے کو ان سے سیکھیں اور ان کی صحیح معرفت حاصل کریں، جو ایک ہی وقت میں جنگجو اور مجاہد بھی ہے سپاہی اور رہبر بھی ہے، مدرس اور اچھا استاد بھی ہے اور ایک ایسا باپ ہے جو اپنی اولاد کے لئے نمونہ ہے۔ میں یہ نہیں کہنا چاہتا کہ ہم بعینہ علی بن جائیں ہم ہرگز ایسے نہیں بن سکتے ہیں البتہ اتنا کر سکتے ہیں کہ ان کی پیروی کریں اپنا قبلہ درست رکھیں اور اپنے کردار اور عمل کے ساتھ ان کی طرف بڑھیں۔

حضرت علیؑ نے عثمان ابن حنیف کو جو بصرہ کے گورنر تھے یوں لکھا:"الا

وانتم لا تقدِرُونَ علیٰ ذالک ولکن اعینُونی بِورعٍ واجتهادٍ وعفةٍ وسدادٍ" (تم لوگوں کی طاقت ایسی نہیں کہ تم ایسا کرسکو لیکن اپنے زہد وتقوی اور جتہاد اور عفت اور اپنی درستی کے ذریعے میری مدد کرو)۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۴۵)

حضرت علیؑ کے ساتھ کمیت اور مقدار کے اعتبار سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا ہے البتہ ماہیت اور کیفیت میں موازنہ ہوسکتا ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ صحیح راستہ ایک ہے اور ہمارا راستہ وہی ہونا چاہیے جو امیرالمومنینؑ کا راستہ ہے، اگرچہ بہت جلدی اس تک نہیں پہنچ سکتے مگر اس کی سمت حرکت جاری رکھنی چاہیے۔ حضرت امام علیؑ کی پیروی کے لئے دو چیزیں لازم ہیں ایک یہ کہ امامؑ کی روش اور طریقے کا علم ہو۔ اور دوسرے اپنے کردار اور سلوک کو امامؑ کے نقش قدم پر جاری رکھیں۔

بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ امیرالمومنین حضرت علیؑ کی سیاسی اور معاشرتی زندگی کے بارے میں آج کی زبان میں وضاحت کرنے والی کتابوں کی بہت کمی ہے اور یہی چیز آج کی اہم ضرورت ہے۔

پس ہمیں چاہئے کہ اپنے کردار کو امامؑ کے سیاسی، حکومتی اور معاشرتی کردار کے مطابق رکھنے کی کوشش کریں۔

حکومت کا ڈھانچہ

حضرت علیؑ کے سیاسی کردار کی پیروی کے لئے سب سے پہلے ایک صحیح و سالم حکومت کے ارکان چاہئیں۔ اس سے مراد قوہ مجریہ، قوہ مقنّنہ اور قوہ قضایہ ہیں۔ قوہ مقنّنہ وہی اسمبلی ہے جس میں عوام کے نمائندے ہوتے ہیں جو اکھٹے ہو کر عوام کی مصلحت کے مطابق ضروری اور لازمی قوانین وضع کرتے ہیں۔ قوہ مجریہ حکومت ہے جس میں صدر، وزیراعظم اور دوسرے وزراء ہوتے ہیں، جو قوہ مقنّنہ کے وضع کردہ قوانین کو معاشرے میں نافذ کرتے ہیں۔ اسی طرح قوہ قضایہ بھی عوام کے درمیان پیدا ہونے والے اختلافات اور دوسری قوتوں اور معاشرتی اکائیوں کے درمیان اختلافات حل کرتی ہے۔ قاضی کو آزاد اور عادل ہونا چاہیے، اور اس کے فیصلے کو عوام سے لے کر وزیراعظم اور صدر تک کو قبول کرنا چاہئے۔ ایک اور رکن بھی اسلامی حکومت کے پیکر کے لئے ضروری اور لازمی ہے یہ ذرائع ابلاغ یعنی ''میڈیا'' ہے جو عمومی اطلاعات فراہم کرتا ہے۔ اس رکن کو چاہیے کہ معاشرے کے تمام حقائق کو کسی کی طرفداری کے بغیر مکمل صداقت کے ساتھ

ہو بہو عام کرے۔ حکومتوں نے جان لیا ہے کہ ایک اور رکن کا وجود بھی لازمی اور ضروری ہے، جو اپنے وطن سے دور دنیا کے مختلف ممالک میں جو دشمن یا رقیب ہیں ان میں رہ کر اپنی حکومت کو ان کے رفتار وسکنات جو انجام پاتے ہیں اس کی حکومت کے خلاف ہیں اس سے آگاہ کرے۔

اسی طرح اس پانچویں رکن نے حکومتوں میں اپنی جگہ پیدا کی ہے۔ جو مخبری یا سراغ رسانی ہے۔ مثال کے طور پر مسلمانوں کو چاہئے یہ جاننے کی کوشش کریں کہ امریکہ اور برطانیہ میں ہمارے خلاف کیا کچھ ہو رہا ہے۔

❁❁❁

بیوروکریسی کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کا سلوک

اگر ہم چاہیں کہ حضرت امیر المومنین علیؑ کی سیاسی سیرت ایسے حکمران کی حیثیت سے پہچانیں جس کی حکمرانی نے دنیا کو تعجب میں مبتلا کر رکھا ہے اور انکی اطاعت کریں تو ہمیں چاہیے کہ تحقیق کرتے ہوئے دیکھیں کہ انہوں نے اپنی حکومت کی ان قوتوں کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا ہے اور ان میں سے ہر ایک سے کس طرح استفادہ کیا ہے۔ ایک ایسی شخصیت جسے مسلم اور غیر مسلم تمام نے ایک عادل حکمران کی حیثیت سے پہچانا ہے ان کی خصوصیت اور عادلانہ صفات کو جان کر ان کی پیروی اور اتباع کریں۔

❁❁❁

حضرت علی علیہ السلام کی روشِ حکمرانی

حضرت امیر المومنینؑ کے حکومت کی ان قوتوں کے ساتھ برتاؤ اور سلوک کی طرف توجہ کریں:

☆ حضرت امیر المومنینؑ کی حکومت کے زمانے میں بہت سارے گورنر تھے، چونکہ آپؑ کے زمانہ حکومت میں اسلامی حکومت بے حد وسیع تھی اس لئے آپؑ ہر علاقے کے لئے گورنر مقرر فرماتے تھے، یہ کام بڑا مشکل اور طاقت فرسا تھا، آپؑ ہر علاقے میں ان گورنروں کے برابر قاضی بھی معین فرماتے تھے۔

☆ آپؑ کے قاضیوں میں سے ایک ''ابوالاسود دوئلی'' ہے جو ایک نوے سالہ شخص ہے، یہ آپؑ کے براہ راست شاگردوں میں سے ایک ہے یہ وہی شخص ہے جس نے آپؑ سے علم نحو حاصل کیا ہے اور چند بنیادی اصولوں میں آپؑ سے سبق لیا ہے آپؑ نے ان سے فرمایا: ''انحُ علیٰ ھذا'' یعنی تم نے جو اصول سیکھے ہیں انہی قواعد پر عربی ادب کی عمارت کو تعمیر کرو۔

ابوالاسود دوئلی اسلامی مملکت کے ایک شہر میں قاضی کے عنوان سے تعینات تھے، وہاں وہ قضاوت میں مشغول تھے کہ اچانک حضرت علیؑ کی طرف سے حکم ملا کہ فوراً کوفہ واپس لوٹے یعنی ان کو مسند قضاوت سے معزول کر دیا۔ ابوالاسود کو یقین تھا کہ اس نے کسی بھی غلطی کا ارتکاب نہیں کیا ہے اس لئے آپؑ کے اس حکم سے کچھ ناراض بھی ہوئے اور کوفہ واپس آ کر آپؑ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا: ''یا امیر المومنینؑ! لِمَ عزلتَنی و لا خُنتُ ولا جَنیتُ'' (اے امیر المومنینؑ! آپؑ نے مجھے معزول کیوں کیا جبکہ میں نے نہ تو کوئی خیانت کی ہے اور نہ ہی کوئی ظلم کیا ہے؟)

آپؑ نے جواب میں فرمایا: ''نعم ولکن یعلو صوتک الخصمین'' (ہاں ٹھیک ہے لیکن تمہاری آواز فریقین دعویٰ کی آواز سے بلند رہتی ہے۔) حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے اس عمل سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ قاضی کو کس اخلاق و کردار کا حامل ہونا چاہیے؟ جو آدمی کسی کی مشکلات حل کرنے کی ذمہ داری رکھتا ہے اسے یہ حق حاصل نہیں کہ وہ فریقین دعویٰ پر چیخے چلائے۔

دوسرا سبق یہ ملتا ہے کہ سینکڑوں قاضیوں اور گورنروں یا غالباً ہزاروں افراد کے درمیان میں کہیں کوئی غلطی دیکھتے تھے تو فوراً توجہ فرماتے تھے، اور ان کے

کردار اور سلوک پر نظر رکھتے تھے یہی وہ خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے مسلمان اور غیر مسلمان امراء آپؑ کے گرویدہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے قاضی اس طرح درست اور ٹھیک کام کرتے تھے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم ان کے نقش قدم پر چلیں اور یہ کہہ کر مایوس نہ ہو جائیں کہ ہم آپؑ جیسا تو نہیں ہو سکتے کیونکہ ہمیں اپنی حد تک آپ کی پیروی کرنا لازم ہے، اگرچہ ہم ایسے افراد آج نہیں پاتے ہیں مگر اپنی کوششوں کو انسان سازی اور انسانوں کی تربیت کے لئے جاری رکھنی چاہیے۔ ایک ایسے طالب علم کی طرح جو اس امید کے ساتھ علم حاصل کرتا ہے کہ پڑھ لکھ کر ایک عالم اور دانشمند بن جائے انہی معنوں میں ہم بھی اپنے کردار اور سلوک کو امامؑ کے نقش قدم پر جاری وساری رکھیں اور مطابقت دینے کی کوشش کریں، کیونکہ امام علی علیہ السلام ایک ایسے رہبر نہیں جو صرف آج یا کل کے لئے رہبر اور امام ہوں بلکہ آپؑ کا کردار وسلوک قیام قیامت تک کے لیے نمونہ عمل ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کی حکومت دلوں پر

لوگوں کے دلوں میں حضرت علیؑ کے نفوذ کی وسعت کو سمجھنے کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں ایک واقعہ بیان کریں:

ایک خاتون جس کا نام سودہؓ ہے حضرت امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد معاویہ کے پاس گئی اور اس کے ساتھ بحث کیا اور اپنے شہر میں معاویہ کے گورنر کی شکایت کی، یہاں تک کہ معاویہ نے حضرت علیؑ کا تذکرہ چھیڑ کر کچھ اعتراضات کیئے تو سودہؓ نے اس کی مخالفت کی۔ معاویہ نے سودہ سے پوچھا کہ تم لوگ علیؑ کے ساتھ اس قدر محبت کرتے ہو پھر اس قدر ثابت قدمی کیوں دکھاتے ہو؟ سودہ نے اس کے جواب میں کہا: "علیؑ نے اپنے زمانے میں ایک گورنر بھیجا اس کا کردار اور سلوک مناسب نہیں تھا۔ میں خود اٹھی اور اپنے شہر سے دار الحکومت کوفہ پہنچی، اس وقت میں نے دیکھا کہ امام علیؑ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپؑ نے نماز جلدی ختم کی تا کہ مجھ سے پوچھ سکیں کہ کیا کام ہے؟ نماز سے فارغ ہوتے ہی مجھ

سے پوچھا تو میں نے کہا کہ آپؑ نے فلاں حاکم کو ہمارے شہر میں بھیجا ہے اس نے اچھی کارکردگی نہیں دکھائی ہے۔ یہ سن کر حضرت علیؑ نے جیب سے کاغذ کا ایک پرزہ نکالا اور قلم سے ایک خط یوں لکھا کہ اپنی ذمہ داری کسی دوسرے کو جسے آپؑ نے خود مقرر فرمایا تھا حوالے کر کے فوراً جواب طلبی کی وضاحت پیش کرنے کے لئے کوفہ پہنچو۔

حضرت علیؑ کی حکومت کا یہ انداز تھا کہ جب آپؑ کے مقرر کردہ ایک گورنر کے خلاف ایک اجنبی بھی شکایت کرتا تو اپنے آپؑ کو تحقیق کرنے کا پابند جانتے ہیں۔ واقعاً قاضی کو اس واقعے سے عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ ایک اجنبی عورت اور والی و گورنر کو مختلف نظروں سے نہیں دیکھنا چاہیے۔ یہ واقعہ سننے کے بعد معاویہ نے سودہ سے کہا: "عقمت النسآء ان یلدنَ مثلَ علی ابن ابی طالب" (عورتیں علیؑ ابن ابی طالب جیسی شخصیت کو جنم دینے سے بانجھ ہو گئی ہیں)۔

(بلاغت النساء ص ۴۷)

ان تمام باتوں کا خلاصہ اور راز یہ ہے اور اس کی بنیاد ہی یہ ہے کہ ولایت کا رکن اسلام کے دوسرے ارکان سے برتر ترین رکن ہے۔

خداوند عالم ہم سب کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔